سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مختصر سیرت وسوانح

اورآپ کے عظیم الشان کارناموں پر ایک سرسری نظر

مرتبہ :: منصور احمد استاذ جامعہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دُعا اور آپ کی صداقت کا عظیم الشان نشان تھے ۔ آپکے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہزاروں قبولیت دُعا کے نشانات پورے ہوئے ۔ ہمارے آقا و مولیٰ سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو بھی آپؓ پورا کرنے والے بنے جس میں کہ آپ نے فرمایا تھا :

يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ يَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَهٗ (مشکوٰۃ مجتبائی ، صفحہ ۴۸۰ ، باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

یہی نہیں بلکہ اس عظیم موعود مصلح کی پیشگوئیاں صحف سابقہ میں بھی ملتی ہیں اور آپؓ قدیم روحانی صحیفوں کی پیشگوئیوں کو بھی پورا کرنے والے بنے چنانچہ یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب طالمود میں لکھا ہے مسیح کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی (طالمود ، مرتبہ جوزف برکلے ، باب پنجم ، مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ئ)

اسی طرح صحیفہ دساتیر میں زرتشت علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب امت میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا تو ایسے میں اللہ تعالیٰ ایک مصلح نبی کو پیدا کرے گا پھر اس کے بعد خلافت کا سلسلہ چلے گا ۔ (سفرنگ دساتیر ، صفحہ ۱۹۰ ، ملفوظات حضرت زرتشت علیہ السلام ، مطبوعہ ۱۲۸۰ھ ، مطبع سراجی دہلی)

بزرگان امت کی پیشگوئیاں بھی آپ کے وجود میں پوری ہوئیں چنانچہ امت مسلمہ کے مشہور صاحب کشف والہام بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی صاحب نے اپنے ایک منظوم کلام میں پیشگوئی فرمائی کہ :

دَورِ اُو چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

جب اس کا یعنی مسیح موعود کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اُس کے نمونہ پر اس کا بیٹا یادگار رہ جائے گا ۔ غرضیکہ آپؓ عظیم الشان پیشگوئیوں کا مہبط و مورد تھے فالحمدللہ علیٰ ذالک ۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ۵۲ سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے اس پورے عرصہ میں آپ کا ہر لحہ خدمت اسلام اور خدمت بنی نوع انسان کے لئے صرف ہوا اس عرصہ میں آپ نے اسلام احمدیت کی وہ عظیم الشان خدمت کی اور ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جو صرف اور صرف ایک نبی کا خاصہ ہوتا ہے ۔ گرچیکہ اللہ جل شانہ نے آپ کو نبی کے نام سے موسوم نہیں کیا لیکن کام اُس نے آپؓ سے نبیوں والا ہی لیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد نبی آسکتا تو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نبی ہو کر آتے ۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو نبی کی مانند قرار دیا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :

وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا

بلکہ اللہ جل شانہ نے تو آپؓ کی آمد کو اپنی آمد قرار دیتے ہوئے فرمایا :

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

قارئین یہ مقام ذرا رُک کر غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ انسان جس کی آمد کو اللہ تعالیٰ اپنی آمد قرار دیتا ہے وہ کس شان اور مرتبہ اور مقام کا انسان ہوگا ۔ غرضیکہ آپ کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہیں تھی ، آپؓ کا وجود کوئی معمولی وجود نہیں تھا بلکہ :

’’ آپ اُن ممتاز اَبنائے آدم میں سے تھے جو صدیوں ہی میں نہیں بلکہ ہزاروں سال میں کبھی ایک بار اُفقِ انسانیت پر طلوع ہوتے ہیں اور جن کی روشنی صرف ایک نسل کو نہیں بلکہ بیسیوں انسانی نسلوں کو اپنی ضیاء پاشی سے منور کرتی رہتی ہے ۔ ‘‘

پیدائش

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء بمطابق ۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ ہجری کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات قادیان میں ہوئی اور تفاؤل کے طور پر اس قوی امید کے ساتھ کہ یہ وہی بچہ ثابت ہوگا جس کا وعدہ دیا گیا تھا اس کا نام بشیر الدین محمود احمد رکھا گیا جُوں جُوں مستقبل نے اپنے ورق اُلٹے یہ امر گمان سے یقین میں بدلتا چلا گیا کہ یہ وہی موعود بچہ ہے جس کے وجود کے ساتھ رُوئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں کی تقدیر وابستہ ہونے والی ہے اور جس نے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرتے ہوئے زمین کے کناروں تک شہرت پانی ہے ۔

تعلیم

زمانہ کے دستور کے مطابق آپؓ کی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی حروف کی سوجھ بوجھ پیدا کرنے اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے ذریعہ ہوا جب آپ نے قرآن کریم ناظرہ ختم کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شاندار تقریب منعقد کی اور دوستوں اور تعلقداروں کو کھانے کی دعوت دی اور حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوریؓ کو جو آپؓ کے استاد تھے بطور شکرانہ ڈیڑھ صد روپے کی رقم عطا فرمائی جو اس وقت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی رقم تھی اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے پناہ عشق قرآن کا پتہ چلتا ہے ۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم حاصل کی ۔ کس رنگ میں آپؓ نے یہ تعلیم حاصل کی آیئے آپ کے الفاظ میں ہی پڑھتے ہیں ۔ آپؓ فرماتے ہیں :

’’ مَیں نے آپ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی ۔ قرآن کریم کی تفسیر آپ نے دو مہینے میں ختم کرادی ۔ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف پارہ اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے ۔ اسی طرح بخاری آپ نے دو تین مہینے میں مجھے ختم کرادی ۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں آپ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی مَیں شریک ہو گیا ۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا ۔ غرض یہ میری علمیت تھی ۔ ‘‘

تربیت و نصیحت قبول کرنے کی اہلیت

بچپن سے ہی آپ میں یہ صلاحیت نمایاں تھی کہ نیک نصائح آپ فوری قبول کرتے اور نہ صرف یہ کہ قبول کرتے بلکہ ناصح کے شکر گزار بھی ہوتے اور نہ صرف شکر گزار ہوتے بلکہ دل سے اُن کے لئے دُعا بھی کرتے۔ چنانچہ صرف دو چھوٹے چھوٹے واقعات پیش ہیں۔آپ فرماتے ہیں:-

’’ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا۔ اندر کمرے میں صرف حضرت صاحبؑ تھے۔میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو! ٹیپو!! حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہوگئی۔‘‘

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:-

’’میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ایک دفعہ ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب دردؓ کے والد تھے، اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بُری بات ہے۔اُس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے اُن کے لئے دل سے دُعا نکلتی ہے۔‘‘

بچپن سے ہی دُعاؤں سے پختہ تعلق اور صاحب کشوف ورؤیا ہونے کا شرف

بچپن سے ہی دعاؤں سے آپ کو پکّا لگاؤ تھا اور اللہ کی محبت میں مکمل گرفتار ہو چکے تھے۔بچپن سے ہی آپ اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے اور اسلام کے فتح کے دن دیکھنے کی اس سے بھیک مانگتے۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ پر اسی قدر فضل کے ساتھ متوجہ ہوا اور بچپن میں ہی اُس نے آپؓ کو صاحب رؤیا اور کشف والہام بنا دیا۔

چنانچہ نمونہ کے طور پر چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں لیکن اس سے قبل دعاؤں سے آپ کو کیا نسبت تھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔آپؒ فرماتے ہیں:-

’’آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُردرد اور مقبول دعاؤں کا ثمرہ تھے۔آپ کا وجود قبولیت دُعا کا ایک زندہ اور مجسم نشان تھا۔دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک عجیب نسبت تھی۔ دعاؤں نے ہی آپ کو خلعتِ وجود بخشا۔ دعائیں ہی آپ کا سرمایہ حیات رہیں۔ دعاؤں کی لوریاں سنتے ہوئے آپ کا بچپن گزرا۔ گنگناتی ہوئی دعائیں آپ کو تھپک تھپک کر سلایا کرتی تھیں اور دعاؤں کی نرم و ملائم آواز ہی آپ کو خوابِ راحت سے بیدار کرتی تھی۔آپ کی تعلیم دعاؤں کے ساتھ ہوئی۔آپ بیمار ہوئے تو دعاؤں نے آپ کو توانائی بخشی۔ زندگی کے ہر گذرے ہوئے دَور نے دعاؤں کے ساتھ آپ کو الوداع کہی۔زندگی کے ہر آنے والے دَور نے دعاؤں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ہر دروازہ جو آپ پر کھلا دعاؤں کے ساتھ کھلا اور ہر باب جو آپ پر بند ہوا دعاؤں کے ساتھ بند ہوا۔‘‘

اب میں آپ کے تعلق باللہ اور بچپن سے ہی صاحبِ کشف و الہام ہونے کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ جو آپ کے بچپن کے اساتذہ میں سے تھے لکھتے ہیں:-

’’ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔بچپن سے ہی آپ کو فطرۃً اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلقِ محبت تھا۔‘‘

حضرت سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مجھ سے پڑھا کرتے تھے تو ایک دن میں نے کہا کہ میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں۔کیا آپ کو بھی الہام ہوتا اور خوابیں وغیرہ آتی ہیں؟ تو میاں صاحب نے فرمایا کہ: مولوی صاحب خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو تقریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سَر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا اور میں نے اسی وجہ سے کلاس میں بیٹھ کر آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔آپ کو اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کی جگہ بیٹھ کر آپ کو پڑھاتا اور میں نے خواب سن کر آپ سے یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ میاں! آپ بڑے ہو کر مجھے بھلا نہ دیں اور مجھ پر بھی نظرِ شفقت رکھیں۔‘‘

آپ کو بچپن کے زمانہ میں جب کہ آپ مدرسہ تعلیم الاسلام میں پڑھتے تھے یہ آیت الہام ہوئی:

’’جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ‘‘

اور آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بتا دیا تھا کہ یہ الہام مجھے ہوا ہے۔

نو عمری ہی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کا شرف بھی آپ کو نصیب ہوا۔چنانچہ مسجد احمدیہ لنڈن کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ کے دَوران اس رؤیت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

مجھے آج تک تین اہم معاملات میں خدا تعالیٰ کی رؤیت ہوئی ہے۔پہلے پہل اس وقت کہ ابھی میرا بچپن کا زمانہ تھا اس وقت میری توجہ کو دین کے سیکھنے اور دین کی خدمت کی طرف پھیرا گیا اس وقت مجھے خدا نظر آیا اور مجھے تمام نظارہ حشر ونشر کا دکھایا گیا۔یہ میری زندگی میں بہت بڑا انقلاب تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہ احساس تھا کہ اس بچے کے ساتھ خدا تعالیٰ کا خاص تعلق اس کم عمری کے زمانہ ہی میں شروع ہو چکا

ہے۔ چنانچہ آپؓ بیان فرماتے ہیں:-

"جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اَوروں کو دُعا کے لئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دُعا اور استخارہ کرو۔ میں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے اردگرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ میں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں وہاں ایک تہ خانہ ہوتا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چن دیئے گئے ہیں اور اُن پر مٹی کا تیل ڈال کر کوشش کی جارہی ہے کہ آگ لگادیں۔ مگر جب دیاسلائی سے آگ لگاتے ہیں تو آگ نہیں لگتی وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتے میں اس سے بہت گھبرایا لیکن جب میں نے اس دروازے کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ:

جو خدا کے بندے ہوتے ہیں اُن کو کوئی آگ نہیں جلاسکتی۔"

آپ کی اولوالعزمی کی ایک زندہ مثال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپ نے ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز عہد کیا آپ کا یہ عہد آپ کے بے پناہ عزم وہمت کی دلیل تھا۔ اور آپ کا یہ عہد اسلام احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہاء محبت کی بھی دلیل تھا۔ اور آپ نے بظاہر جو ایک ناممکن اور دُور از قیاس عہد کیا تھا آپ کی بعد کی زندگی نے یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا۔ آپ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچا دیا اور اللہ جل شانہ کی یہ پیشگوئی آپ کے حق میں پوری ہوئی کہ "زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" وہ عہد کیا تھا آپ کے ہی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"آپؑ کی وفات کے معًا بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہوگیا، اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب ۔۔۔۔ اس طرح بعض اَور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سُنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس سال کا تھا مگر میں نے اُسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہوکر کہا کہ۔ اَے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تُجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے، مَیں اس کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔"

اس عہد کی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں۔ سستی کی بھی چستی کی بھی۔ علم کی بھی جہالت کی بھی۔ اطاعت کی بھی غفلت کی بھی۔ مگر آج تک میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چستی کی گھڑی تھی ایسی علم کی گھڑی تھی ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرّہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا یقیناً وہ اُسے جنون اور پاگل پن سمجھتی مگر میں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا تھا کہ میں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا تھا بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"اولوالعزمی کے اس پیکر کو وہ مشاہیر بھی خراجِ تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکے جو دوستوں کے زمرہ میں شامل نہ تھے۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی شدید مخالفانہ حالات میں آپ کے ثباتِ قدم سے متاثر ہوکر لکھتے ہیں:-

"مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا ہے۔"

("قلمی چہرے" مصنفہ خواجہ حسن نظامی)

خلافت سے قبل

آپؓ کے بعض گرانقدر علمی کارنامے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر بچپن سے ہی قانون قدرت اور اصول شریعت خوب اچھی طرح آشکارا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ خود مقرر و مبلغ بن جانے سے کچھ نہیں ہوگا جب تک کہ بحیثیت مجموعی پوری قوم مبلغ ومقرر نہ بنے۔ خود بیدار رہنے سے کچھ نہیں بنے گا جب تک کہ پوری قوم بیدار نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے چھوٹے پن سے یہ بیڑا اپنے سر اٹھا لیا اور پھر ایسا اُٹھایا کہ تادمِ زیست پوری قوم کو بیدار کرتے رہے اور ایک ایسی نیک اور متقی جماعت پیچھے چھوڑی کہ اب انشاء اللہ صدیوں تک سُستی اور غفلت کا سایہ اس پر نہیں پڑسکتا۔

رسالہ تشحیذ الاذہان: ابھی جبکہ آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر کیا ہوتی ہے، آپ نے ۱۹۰۶ء میں ایک انجمن کی بناء ڈالی جسے "انجمن تشحیذ الاذہان" کا نام دیا۔ اس انجمن کے تحت ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" نکالا گیا جو احمدی نوجوانوں کے لئے علمی مضامین لکھنے کا ایک بہت بڑا محرک ثابت ہوا۔ اس رسالہ کی صورت میں گویا آپ نے چھوٹا سا ایک ایسا کارخانہ قائم کر دیا جس میں اعلیٰ پایہ کے لکھنے والے تیار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی آئندہ تصنیفی ضروریات کے لئے لکھنے والوں کی ایک نہایت قابل کھیپ تیار ہوگئی۔

الحکم ۲۱ رفروری ۱۹۰۹ء رسالہ تشحیذ الاذہان کے بارہ میں لکھتا ہے:

"انجمن کا رسالہ تشحیذ حضرت صاحبزادہ کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ بالکل حق بات ہے کہ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر کی زبان اور قلم میں بھی وہی شان جلوہ گر ہے جو ہم سب کے آقا اور محبوب مسیح و مہدی کے زبان اور قلم میں تھی۔"

لائبریری کا قیام: اس کے بعد انجمن تشحیذ الاذہان نے قادیان میں ایک لائبریری قائم کی ظاہر ہے کہ تصنیفی کاموں کو بہتر رنگ میں چلانے کے لئے کتب اور مطالعہ کی سہولت لازم ہے لہٰذا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے انجمن نے لائبریری کی بناء رکھی۔

اخبار الفضل کا اجرائ: اس کے بعد آپ نے ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل کا اجراء فرمایا۔ تشحیذ اگرچہ جماعت کی علمی ضروریات کو بہت حد تک بڑی عمدگی سے پوری کر رہا تھا لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے بجا طور پر یہ ضرورت محسوس کی کہ جب تک سلسلہ کا ایک باقاعدہ اخبار جاری نہ ہو صحیح معنوں میں مرکز اور جماعت کے مابین رابطہ قائم نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس شدید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے جون ۱۹۱۳ء میں الفضل اخبار کا اجراء فرمایا۔ یہ اخبار آج تک جماعت احمدیہ کا مرکزی روزنامہ چلا آرہا ہے۔

الفضل کے ذکر کے ساتھ اس بات کا ذکر نہایت ضروری ہے کہ اس کے اجراء کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے اپنا زیور آپ کے سپرد کردیا جسے آپ نے اپنے ہاتھوں سے لاہور جاکر پانچ سو روپے میں فروخت کیا اور اس طرح آپ نے قوم اور ملک و ملت کی خدمت کے سامان کئے۔

مجلس اِرشاد: ”رسالہ کے علاوہ آپؓ نے انجمن تشحیذ الاذہان کے زیر اہتمام ایک مجلس بھی قائم کی جس کا نام مجلس ارشاد تھا اور اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ تبلیغی فوج میں بھرتی ہونے والے نوجوان اسلامی جدال کے لئے اس دوسرے ہتھیار کو بھی چلانے میں مشاق ہوں جس کا نام تقریر ہے۔ یعنی وہ تحریر اور تقریر دونوں ہتھیاروں سے حفاظت اسلام اور اشاعت اسلام کی لڑائیاں لڑنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ پھر چونکہ آپ کی خواہشات کی جولانگاہ صرف ہندوستان نہ تھا بلکہ آپ تمام دنیا کو اسلام کے لئے فتح کرنا چاہتے تھے اور آپ کی اسی نوجوانی کے زمانہ میں یہ آرزو تھی کہ رُوئے زمین کے شرق و غرب میں اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوا دکھائی دے اس لئے آپ نے مجلس ارشاد کے اجلاس دو حصوں میں تقسیم کردیئے ایک اردو اور ایک انگریزی ۔۔۔ یہ کوششیں اگرچہ آپ کی عمر اور قادیان کے حالات کے لحاظ سے چھوٹے پیمانہ پر تھیں لیکن ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ نوجوانی کے زمانہ میں ہی آپ کے دل کے اندر کیا کیا اُبال اٹھتے تھے اور کھیل کود کے زمانہ میں آپ کے سینہ کے اندر کس بات کی تڑپ تھی۔“

درسِ قرآن کریم: ۱۹۱۰ء کے شروع سے آپؓ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کیا جبکہ آپ بالکل نوخیز جوان تھے۔ ۱۹۱۳ء سے آپ نے دن میں دوبار درس دینے لگے نماز فجر اور نماز ظہر کے بعد۔

تبلیغ کا بے انتہاء شوق

گرچیکہ آپ کی پوری زندگی تبلیغ اسلام میں صرف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق آپ کو اس میں خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی۔ آپ نے اسلام کا جھنڈا اکناف عالم میں لہرایا اور زمین کے کناروں تک آپ نے شہرت پائی۔ تاہم آپ کے سینے میں تبلیغ کے جوش کا کس قدر ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا اس کی صرف ایک جھلک ہی پیش کی جاسکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

پہلا فرض خلیفہ کا تبلیغ ہے جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے مَیں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا ہے اور تبلیغ سے ایسا اُنس رہا ہے کہ مَیں سمجھ ہی نہیں سکتا مَیں چھوٹی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ میں اپنی اس خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں، کہ کب سے ہے۔ مَیں جب دیکھتا تھا اپنے اندر اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو پھر اتنا ہو اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ مَیں نہیں سمجھتا تھا اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش اور اُنس اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پُرانا رہا ہے۔ غرض اسی جوش اور خواہش کی بناء پر مَیں نے خدا تعالیٰ کے حضور دُعا کی کہ میرے ہاتھ سے تبلیغِ اسلام کا کام ہو۔“

آپ مزید فرماتے ہیں:-

”چونکہ مجھے تبلیغ کے لئے خاص دلچسپی رہی ہے اس دلچسپی کے ساتھ عجیب عجیب ولولے اور جوش پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس تبلیغی عشق نے عجیب عجیب ترکیبیں میرے دماغ میں پیدا کی ہیں۔ ایک بار خیال آیا کہ جس طرح پر اشتہاری تاجر اخبارات میں اپنا اشتہار دیتے ہیں مَیں بھی چین کے اخبارات میں ایک اشتہار تبلیغی سلسلہ کا دوں اور اس کی اُجرت دے دُوں تا کہ ایک خاص عرصہ تک وہ اشتہار چھپتا رہے مثلاً یہی اشتہار کہ مسیح موعود آگیا بڑی موٹی قلم سے اس عنوان سے ایک اشتہار چھپتا رہے۔ غرض مَیں اس جوش اور عشق کا نقشہ الفاظ میں نہیں کھینچ سکتا جو اس مقصد کے لئے مجھے دیا گیا ہے۔“

انجمن مجلس انصار اللہ: سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل ہی ۱۹۱۱ء میں ایک انجمن ”مجلس انصار اللہ“ قائم فرمائی جس کا واحد مقصد تبلیغ و اشاعت تھا چنانچہ حضرت خلیفة المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی سرپرستی اور آپ کی قیادت نے انجمن انصار اللہ کے ممبروں میں زندگی کی ایک لہر دوڑا دی اور اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا کام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ شروع ہوگیا۔ جولائی ۱۹۱۳ئ تک اس کے ممبروں کے ذریعہ دو تین سو آدمی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور یہ سلسلہ اسی طرح بعد میں بھی جاری رہا۔ انجمن نے جماعت میں مبلغین اسلام کی ایک جمعیت تیار کردی جس نے آئندہ چل کر جماعت احمدیہ کی ترقی و اشاعت میں بڑا بھاری حصہ لیا۔ انجمن نے اپنے خرچ پر ایک ممبر چوہدری فتح محمد سیال کو انگلستان بھجوایا۔ علاوہ ازیں شیخ عبد الرحمن صاحب نومسلم اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب تعلیم و تبلیغ کی خاطر مصر بھیجے گئے۔

تبلیغ کیلئے زبانیں سکھانے کا پروگرام

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ہم چاہتے ہیں کہ ہر قوم اور ہر زبان میں ہماری تبلیغ ہو، اس لئے ضرورت ہے کہ مختلف زبانیں سکھائی جاویں۔ حضرت خلیفة المسیح کی زندگی میں مَیں نے ارادہ کیا تھا کہ بعض ایسے طالب علم ملیں جو سنسکرت پڑھیں اور پھر وہ ہندوؤں کے گاؤں میں جاکر کوئی مدرسہ کھول دیں اور تعلیم کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھیں اور ایک عرصہ تک وہاں رہیں جب اسلام کا بیج بویا جائے تو مدرسہ کسی شاگرد کے سپرد کرکے آپ جاکر دوسری جگہ کام کریں غرض جس رنگ میں تبلیغ آسانی سے ہوسکیں۔“

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے وسیع سے وسیع تر منصوبے بنتے گئے اور شجر احمدیت مضبوط سے مضبوط تر اور گھنے سے گھنا ہوتا گیا۔

زمین کے کناروں تک تبلیغ: آپ کے دَورِ خلافت میں مندرجہ ذیل ممالک میں مشن ہاؤسز کا قیام عمل میں آیا اور تبلیغ اسلام کے لئے ان ممالک میں مبلغین بھجوائے گئے۔

انگلستان ، ماریشس ، امریکہ ، غانا ، نائیجیریا ، سیرالیون ،مصر، جرمنی ، ایران ، بخارا ، شام ، انڈونیشیا، فلسطین ،سریلنکا، یوگینڈا، کینیا، ٹانگانیکا، جاپان ،سنگاپور ، برما، سپین ، ہنگری ، البانیہ ، ارجنٹائن ، یوگوسلاویا ، اٹلی ، پولینڈ ، بلغاریہ ،سوئزرلینڈ ، جنوبی افریقہ ،فرانس ،عدن ، ہالینڈ ،تنزانیہ ،اُردن ، مسقط ،ٹرینیڈاڈ ،لبنان ، ڈنمارک ، لائبیریا ،سورینا ،گیانا ،فجی ، آئیوری کوسٹ ، گیمبیا وغیرہ۔

ایک زبردست مقرر اور قادرالکلام ہستی

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی تقریر وتحریر کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا جبکہ آپ کی عمر بمشکل سولہ سترہ سال ہوگی ۔ ۱۹۰۴ء کے جلسہ سالانہ میں آپ نے ''چشمۂ توحید یعنی شرک کی تردید'' کے عنوان سے تقریر کی ۔ ۱۹۰۹ء کے جلسہ سالانہ میں آپ نے ''ہم کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں'' کے عنوان سے تقریر فرمائی۔

آپ کا خطاب کس قوت کا اور کیسا جادوئی اثر لئے ہوئے ہوتا تھا اس کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

''بلاشبہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسے نوجوان ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے خطابات سے اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ اپنی زندگی کی باگ ڈور کامل اطاعت کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھوں میں تھمادیتے تھے۔''

ایک اور موقع پر آپؒ لکھتے ہیں :-

''آپ کو اپنے کلام پر ایسی قدرت اور حکومت ہے کہ وہ اپنے سننے والوں کو جس قدر عرصہ تک چاہیں محویت کی حالت میں رکھ سکتے ہیں۔''

آپ کے زبردست فنِ خطابت اور سامعین پر اس کے زبردست اثر کا ذکر کرتے ہوئے آپ مزید فرماتے ہیں:-

''آپ کے فنِ خطابت کا یہ کمال تھا کہ بیک وقت مختلف طبقات اور علم کے مختلف درجے رکھنے والے سامعین کو ایسے رنگ میں مخاطب فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک بات کو خوب سمجھتا تھا خواہ وہ عارف ہو یا عامی حتیٰ کہ ایک اَن پڑھ کے لئے بھی آپ کی بات کا سمجھنا آسان ہوتا تھا۔ اور تقریر کے دَوران خواہ کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو ایک ناخواندہ آدمی بھی کبھی یہ محسوس نہ کرتا تھا کہ یہ اس کے فہم وادراک سے بالا ہے بلکہ مسلسل ہمہ تن گوش رہتا۔ بایں ہمہ ایک عالم بھی ان سادہ اور آسان باتوں کو معمولی نہ جانتا بلکہ ہمیشہ یہ تاثر لے کر اُٹھتا تھا کہ وہ ایک ایسے سمندر میں غوطہ زن ہو کر آیا ہے جو علم و عرفان کے جواہر سے پُر ہے علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو احمدیت کی طرف بلایا جاتا تھا اور تمام عرصہ ہر فرقے اور ہر مذہب کے پیرو مسلسل تقریر کا اپنے ہی آپ کو مخاطب سمجھتے تھے اور کبھی یہ احساس پیدا نہ ہوتا تھا کہ یہ باتیں دوسروں کے لئے ہیں۔''

اب مَیں صرف چند آراء اپنوں اور غیروں کی پیش کرتا ہوں ۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۹ئ میں ''عرفانِ الٰہی'' کے موضوع پر تقریر فرمائی اس تقریر کے متعلق اخبار پرکاش لکھتا ہے:

''جلسہ میں خاص کشش کا باعث میرزا محمود احمد صاحب کے لیکچر تھے ہمیں احمدی دوستوں کی عقیدت اور بُردباری کی تعریف کرنی چاہئے کہ میرزا صاحب کے لیکچر پانچ گھنٹے تک ہوتے رہے اور وہ سنتے رہے۔ آریہ سماج کے اندر بڑے سے بڑا ودیا کتا (لیکچرار) بھی یہ ہمت نہیں رکھتا کہ حاضرین کو پانچ گھنٹوں تک بٹھا سکے۔ یہاں تو لوگ ایک گھنٹہ میں اُکتانے لگ جاتے ہیں۔ ہم اپنے احمدی دوستوں کو اُن کے جلسہ کی کامیابی پر مبارک باد دیتے ہیں۔''

حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

''ایک اور واقعہ جس کا مَیں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر ہے جو حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رُخ جانبِ شمال تھا اس تقریر کے متعلق دو باتیں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جُدا ہوئے تھے یاد تازہ ہوگئی۔ اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسرِ موعود کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے آنسو جاری ہوگئے اور ان آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔ اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کررہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔''

ایک زبردست مصنف اور قلم کا بادشاہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جہاں ایک کمال کے مقرر تھے وہاں آپ ایک کمال کے مصنف بھی تھے۔ آپ کی تقریر وتحریر دلوں پر یکساں اثر کرتی جو جادو آپ کی تقریر میں تھا وہی جادو آپ کی تحریر میں بھی تھا یہاں تک کہ قاری بے خود و متوالا ہو جاتا ۔ آپ کی تصنیفی قوت اور اس کے اثر کی صرف ایک ادنیٰ جھلک قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

آپ نے جب کتاب ''تحفۃ الملوک'' تصنیف فرمائی تو طباعت سے قبل ایک جلسہ میں بعد نماز عصر اسے خود پڑھ کر سنایا۔ اس وقت سامعین کی جو کیفیت تھی اس کا کسی قدر اندازہ نمائندہ الفضل کے مندرجہ ذیل الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے:

''باوجود گرمی کی تپش اور ہوا کی بندش کے سامعین بُت بنے بیٹھے تھے اور ایک عجیب عالمِ محویّت طاری تھا ۔ ہمارے خواجہ کرم داد صاحب (جموں) تو ایسے وجد میں آئے کہ چالیس منٹ تک سجدے میں پڑے رہے ۔(الفضل قادیان ۲۰ جون ۱۹۱۴ئ)

ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب اپنے ایک دہریہ شناسا پر کتاب'' تحفۃ الملوک'' کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''ایک دہریہ نے حضور کا تحفۃ الملوک پڑھا کہتا تھا کہ یہ شخص اس طاقت اور قوت کا معلوم ہوتا ہے کہ جس پر کوئی بھی انسان غالب نہیں آسکے گا ۔ پھر اس نے القول الفصل پڑھ کر بھی رائے قائم کی کہ یہ ایک عجیب ہی شان کا انسان معلوم ہوتا ہے جس کے کلام میں بچپن یا جوشِ شباب یا ناتجربہ کاری یا پست ہمتی کا شائبہ تک نہیں بلکہ بہت بڑے دماغ اور عجیب شان کا انسان ہے جس کے کلام میں قوت عظمت اور جلال کی رُوح پائی جاتی ہے۔'' (الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۱۵ئ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

''۱۹۱۵ء کا سال بھی ۱۹۱۴ء کی طرح ایک حد تک اندرونی فتنوں کے استیصال میں صرف ہوا اس دَور کی تقاریر اور کتب کا موضوع زیادہ تر اختلافی مسائل تھے یا وہ ذاتی اعتراضات تھے جو غیر مبائعین کی طرف سے بڑی شدت اور بے رحمی کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر کئے جاتے تھے ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلا رسالہ آپ نے ۲۱ جنوری ۱۹۱۵ء کو تحریر فرمایا جو''القول الفصل'' کے نام سے شائع ہوا ۔ یہ رسالہ جو ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے آپ نے ایک ہی دن میں لکھوا کر اور نظرِ ثانی کر کے طباعت کے لئے دے دیا۔ اس سے آپ کی بے پناہ قوت تصنیف کا اندازہ ہوسکتا ہے۔''

نیز آپؒ فرماتے ہیں:-

اس رسالہ کی اشاعت پر آپ کے کردار کے دو پہلو نکھر کر سامنے آتے ہیں اوّل آپ کی بے پناہ تصنیفی صلاحیت دوم اہم کاموں کو غیر معمولی انہماک اور تیزی کے ساتھ سرانجام دینا یہ دونوں پہلو آپ کی وفات تک اسی طرح قائم و دائم رہے اور عمر اور حوادثِ زمانہ اس پر اثر انداز نہ ہوسکے ۔ آپ کی تصنیفی صلاحیت کا دوسرا اظہار تین ہی ماہ کے بعد ایک اور کتاب ''حقیقۃ النبوۃ'' کی صورت میں ہوا ۔ یہ کتاب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت اہلِ پیغام کے ایک رسالے کے جواب میں ہے جس کا نام ''القول الفصل کی ایک غلط فہمی کا اظہار'' ہے ۔ یہ جواب تین سو صفحات پر مشتمل ہے ۔ ۱۴ فروری کو آپ نے اس ٹھوس علمی تصنیف کا آغاز فرمایا اور بیس دن کے اندر اندر مارچ ۱۹۱۵ء میں طبع کروا کر شائع کر دی ۔''

آپ کے سفروں کا کچھ تذکرہ

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے چھ سالہ دَورِ خلافت میں متعدد سفر کرنے کا موقع ملا ۔ ہر سفر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی اجازت اور آپ کے حکم سے اختیار فرمایا۔ ان تمام سفروں میں آپ تبلیغ کا موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے ۔ بیماری اور ناسازیٔ طبع کے باوجود آپ لیکچر دیتے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچاتے ۔ جو سفر خاص طور پر آپ نے بحالیٔ صحت اور علاج کی خاطر اختیار فرمایا اس میں بھی کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے ابتدائی سفروں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''علم کی تلاش اور تعلیم دین کی اشاعت کا جذبہ عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا ۔ نہ دن کو آرام کرتے نہ رات کو چین سے سوتے ہر وقت یہی خیال تھا کہ دینِ احمد کی اشاعت ہو تو کیونکر، دنیا صحیح تعلیم سے روشناس ہو تو کس طرح -؟ مختلف مقامات پر جو تبلیغی یا تربیتی اجلاس ہوتے حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر آپ ان میں شمولیت فرماتے اسی ضمن میں آپ اندرونِ ملک دہلی، ڈلہوزی، بنارس، کانپور، لاہور، ملتان، قصور، امرتسر ، بٹالہ، وزیر آباد اور دوسرے متعدد مقامات پر تشریف لے گئے اور بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب فرمایا جس کا خاص رُوحانی اثر پیدا ہوا اور متعدد افراد کو قبولِ حق کی توفیق ملی ۔''

ذیل کے سطور میں آپ کے سفروں کی مختصر جھلک پیش کی جاتی ہے ۔

آپ کا پہلا سفر بیگووال کی طرف تھا جہاں آپ نے لیکچر دیا اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچایا۔ اس کے بعد آپ جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے جلسہ میں تشریف لے گئے ۔ مارچ ۱۹۰۹ء کے آخر میں نوجوان احمدی طلباء لاہور نے اپنی انجمن ''الاخوان'' کے سالانہ جلسہ پر آپ کو مدعو کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک اور سفر لاہور کا اختیار فرمایا اور ایک جلسہ میں آپ کی تقریر ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ایک لمبا دَورہ کیا جس میں آپ نے متعدد لیکچر دیئے ۔ آپ قادیان دارالامان سے اپنی والدہ محترمہ حضرت ام المؤمنین کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے ۔ راستہ میں آپ چند دن کپورتھلہ ٹھہرے ۔ کپورتھلہ سے لاہور روانہ ہوئے اور وہاں لیکچر دیا۔ پھر دہلی حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ دہلی میں ۹ ر اکتوبر کو آپ نے ایک لیکچر دیا یہاں سے آپ جماعت احمدیہ قصور کے جلسہ سالانہ میں خطاب کے لئے پہنچے اور پھر دہلی واپس تشریف لے آئے جہاں آپ نے ۱۶ ر اپریل کو ایک عام لیکچر دیا۔

جماعت احمدیہ فیروز پور کا جلسہ سالانہ ۲۹-۳۰ مئی ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوا اس میں ۲۹ مئی کو دوسرے اجلاس میں آپ کا خطاب ہوا ۔ نومبر ۱۹۰۹ء میں جماعت احمدیہ ملتان کے بہت اصرار پر آپ ملتان تشریف لے گئے اور جلسہ میں خطاب فرمایا اس کے بعد آپ نے لاہور میں خطبہ جمعہ دیا جس میں آپ نے خلافت کے برکات اور رحمت کا ذکر کیا۔

۱۹۱۱ئ میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے ماتحت بحالیٔ صحت کی غرض سے ڈلہوزی تشریف لے گئے بحالی صحت کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے لحاظ سے بھی یہ سفر بہت کامیاب رہا۔ ۱۹۱۴ء میں آپ نے چکوال ضلع جہلم کے علاقہ کا تبلیغی دَورہ کیا۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۴ء کو مفتی فضل الرحمن صاحب کے ہمراہ قادیان سے لاہور روانہ ہوئے ۔ ۲۵ جنوری کی شام جماعت لاہور کی درخواست پر ایک پُرمعارف لیکچر دیا۔ ۲۶ جنوری نماز ظہر کے بعد جہلم میں آپ نے ایک تقریر فرمائی جو سورہ فاتحہ کی تفسیر پر مشتمل تھی ۔ ۲۷ جنوری کو آپ جہلم سے روانہ ہو کر چکوال رونق افروز ہوئے ۔

چکوال میں خطاب فرمانے کے بعد ۲۹ جنوری کو آپ نورنگ تشریف لے گئے جہاں عورتوں اور مردوں میں الگ الگ وعظ فرمایا۔ ۳۰ جنوری کو آپ چوہان پہنچے اور جمعہ پڑھنے کے بعد ایک عام لیکچر دیا۔ ۳۱ جنوری رات آپ چوہان سے جہلم پہنچے اور صبح جوبلی گھاٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک زبردست لیکچر دیا۔ پھر جہلم سے گوجرانوالہ پہنچے اور جماعت سے خطاب فرمایا۔

بعض تعلیمی سفر: یہ سفر آپ نے مدارس اسلامیہ کے معائنہ اور وہاں کے علمی ماحول کے مطالعہ کی غرض سے اختیار فرمایا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ، قاضی امیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ، حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ، سید عبد الحی عرب صاحب رضی اللہ عنہ اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ تھے۔

یہ وفد ۳/اپریل ۱۹۱۲ء کو روانہ ہوکر امرتسر کے راستہ ہردوار اور ہردوار سے لکھنؤ پہنچا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جمعہ امین آباد پارک میں قاضی محمد اکرم صاحب کے مکان میں پڑھائی اس کے بعد آپ مولانا شبلی نعمانی کے قائم کردہ دار العلوم ندوہ دیکھنے تشریف لے گئے۔ مولانا شبلی بہت اصرار کے ساتھ آپ کو اپنے ہاں لے گئے۔ مولانا شبلی کی دعوت پر ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ منعقدہ ۶، ۷، ۸/اپریل ۱۹۱۲ سے فارغ ہوکر آپ لکھنؤ کا مدرسہ فرنگی محلی دیکھنے گئے۔ قیصر باغ لکھنؤ کی بارہ دری واجد علی شاہ میں آپ نے سلسلہ احمدیہ کی حسن وخوبی پر ایک کامیاب لیکچر دیا اس کے بعد آپ بنارس گئے اور وہاں پر چار کامیاب لیکچر دیئے۔ ۱۷/اپریل کو آپ بنارس سے کانپور پہنچے کانپور میں دو مدرسے مدرسہ جامع العلوم اور مدرسہ الٰہیات کا معائنہ فرمایا۔ ۱۸/اپریل کی شام کو کانپور میں آپ رضی اللہ عنہ کا ایک پبلک لیکچر طلائی محل کے میدان میں ہوا جو آپ کی قیام گاہ کے نزدیک تھا لیکچر کے وقت لوگوں کا ایک ہجوم اُمڈ آیا اور لیکچر گاہ بالکل بھر گیا اور بہت سے لوگوں کو کھڑا ہونا پڑا کوئی اڑھائی ہزار کے قریب مجمع ہوگا یہاں سے آپ شاہجہانپور پہنچے اور وہاں ایک پر اثر خطاب فرمایا۔ ۲۰/اپریل کو یہ وفد رامپور پہنچا رامپور میں آپ نے مدرسہ عالیہ دیکھا۔ ۲۲/اپریل کو آپ امروہہ پہنچے اور ایک مختصر سا خطاب فرمایا۔ ۲۳/اپریل کو دہلی میں مدرسہ حسین بخش مدرسہ عبد الرّب اور مدرسہ فتح پوری دیکھا۔ ۲۵/اپریل کو عظیم درسگاہ دار العلوم دیوبند دیکھا اس کے بعد سہارنپور کا مشہور مدرسہ مظاہر العلوم کا معائنہ فرمایا۔ ۲۸/اپریل کو سہارنپور سے چلکر یہ وفد کامیاب وکامران قادیان پہنچا۔

حج بیت اللہ اور سفرِ مصر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں سینکڑوں سفر کئے لیکن بلاشبہ ان میں سب سے زیادہ اہمیت اور روحانی عظمت کا حامل وہ سفر تھا جو آپ نے حج بیت اللہ کی غرض سے اختیار فرمایا اور جس سفر میں آپ کو ابلاغِ حق کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ واپسی پر ممبئی سے لیکر قادیان تک تمام جماعتوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ بٹالہ پہنچے تو اپنی مقدس والدہ حضرت ام المؤمنین کو اپنے استقبال کے لئے منتظر پایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے قادیان میں خاص طور پر آپ کے استقبال کی ہدایت فرمائی اور تعلیمی اداروں میں تعطیل کر دی گئی۔ طلباء کے علاوہ سیکڑوں احباب جماعت دو میل دور نہر پر پیشوائی کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔

پہلا سفر یورپ اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی زبردست تبلیغ

حضرت ام المؤمنینؓ اور قادیان اور بیرون قادیان سے آئے ہوئے احمدیوں کی پرسوز دُعاؤں کے ساتھ ۱۲/جولائی ۱۹۲۴ء کو آپ رضی اللہ عنہ اپنے رفقاءِ سفر کے ساتھ بٹالہ سے دہلی اور دہلی سے ممبئی بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ حضور نے رفقاءِ سفر کی ایک انتظامیہ کمیٹی بنائی اور کام کی تقسیم اس طرح فرمائی:

پریذیڈینٹ انتظامیہ کمیٹی: حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ عنہ

سیکرٹری: حضرت مولوی محمد دین صاحب

پریس: حضرت مولوی محمد دین صاحب، حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب نیر، حضرت ملک غلام فرید صاحب

رپورٹنگ: حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

انتظام ڈاک: حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت چوہدری محمد شریف صاحب، شیخ عبد الرحمن صاحب مصری۔

انتظام ملاقات: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، حضرت ذوالفقار علی خان صاحب، حضرت چوہدری فتح محمد صاحب۔

خوراک و متفرق خدمات: حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی، چوہدری علی محمد صاحب۔

حضور کا جہاز عدن سے ہوتا ہوا ۲۹ جولائی کو پورٹ سعید پہنچا۔ پورٹ سعید سے قاہرہ بذریعہ ریل قاہرہ سے بیت المقدس اور حیفا کے رستے حضور دمشق تشریف لے گئے۔ ۴/اگست تا ۹/اگست دمشق میں آپ کا قیام رہا۔ پھر دمشق سے روانہ ہوکر بیروت ہوتے ہوئے حیفا پہنچے۔ ۱۳/اگست کو بوقت شام روما سے روانہ ہوکر اگلے دن صبح ۹ نو بجے پیرس پہنچے۔ پیرس سے کیلے جاکر بذریعہ جہاز رودبار انگلستان عبور کر کے ڈوور اور وہاں سے گاڑی پر ۲۲/اگست قریباً ۶ بجے لنڈن کے وکٹوریہ سٹیشن پر پہنچے جہاں احباب جماعت نے حضور کا استقبال کیا۔

انگلستان میں وفد کے غیر معمولی چرچے اور شہرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک متعصب رومن کیتھولک اخبار کو لکھنا پڑا کہ:

”سارا برطانوی پریس کسی سازش کا شکار ہوگیا ہے۔“

پورے سفر میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کرنے والے بارہ خوش قسمت احباب اپنے سر پر سبز رنگ کی پگڑی استعمال کرتے یہ امر خاص طور پر لوگوں کی توجہ کا باعث بنا رہا۔ بعض نے برملا اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ بالکل اسی طرح لگتے ہیں جس طرح مسیح اور ان کے ساتھ بارہ حواری ہوں۔

قیامِ مصر: مصر میں نامور علماء سے حضور کی ملاقات ہوئی۔ لیکن جس بات سے حضور کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہ وہاں کے احمدی نوجوانوں سے ملاقات تھی۔ حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

''مجھے جو مصر میں سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہاں کے احمدیوں کی ملاقات کے نتیجہ میں تھی۔ تین مصری احمدی مجھے ملے اور تینوں نہایت ہی مخلص تھے۔ ان کے اخلاص اور جوش کی کیفیت کو دیکھ کر دل رقت سے بھر جاتا تھا۔''

قیامِ دمشق: حضورؓ فرماتے ہیں:۔

''دمشق میں توقع سے بہت بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ اخبارات نے لمبے لمبے تعریفی مضامین شائع کئے۔ دمشق کے تعلیم یافتہ طبقے نے نہایت گہری دلچسپی لی۔''

قیامِ روم اور پوپ کا ملاقات سے گریز:

حضورؓ فرماتے ہیں:۔

''مَیں نے پوپ کو لکھا کہ تم عیسائیت کے پہلوان ہو اور مَیں اسلام کا پہلوان ہوں مجھے ملاقات کا موقع دو تاکہ بالمشافہ اسلام اور عیسائیت کے متعلق میں بات کرسکوں۔'' افسوس کہ پوپ نے پہلوتہی کی۔

ویمبلے کانفرنس: ویمبلے مذہبی کانفرنس میں اسلام کی برتری وحقانیت کے متعلق حضور نے جو معرکۃ الآراء مضمون تیار فرمایا وہ ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' کے نام سے مشہور ہے۔ مضمون کا انگریزی ترجمہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ مضمون پڑھنے کے لئے جب چوہدری صاحبؓ جانے لگے تو حضورؓ نے ان کو بلا کر کان میں کہا کہ گھبرانا نہیں مَیں دعا کروں گا۔ اس مضمون کو بالاتفاق سب نے پسند کیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سامعین اس مضمون سے بے حد متاثر ہوئے۔ مضمون کے خاتمہ پر صدر جلسہ مسٹر تھیوڈور ماریس نے کہا:

''مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب، خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میری رائے کے ساتھ متفق ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میں ان کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کر رہا ہوں۔''

ایک مشہور فرانسیسی عالم جو مذاہب کے تقابلی مطالعہ میں بہت مہارت رکھتے تھے یہ مضمون سن کر بے ساختہ کہنے لگے:

"Well put, well arranged, well dealt"

یعنی خوب بیان کیا گیا، خوب ترتیب دیا گیا اور خوب پیش کیا گیا۔ اکثر حاضرین کی زبان پر تھا کہ:

"Rare addresses, one cannot hear such addresses every day"

یعنی ایک نادر خطاب۔ ایسے اچھوتے مضامین ہر روز سننے میں نہیں آتے۔

بعض تبصرہ کرنے والوں نے کہا کہ یہ اس زمانہ کا لوتھر (مصلح) معلوم ہوتا ہے اور یہ موقعہ احمدیوں کے لئے ایک ٹرننگ پوائنٹ ہے اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ آپ لوگ ہزاروں پونڈ بھی خرچ کردیتے تو ایسی شہرت اور ایسی کامیابی کبھی نہیں ہوتی جیسی کہ اس لیکچر کے ذریعہ ہوئی۔ برطانوی اخبارات میں اس مضمون کا خاص چرچا ہوا۔

مسجد فضل لندن کی سنگِ بنیاد

۱۹/اکتوبر ۱۹۲۴ء کی تاریخ کو اس سفر کے یادگار دن ہونے کا اعزاز حاصل ہے جب حضور نے اپنی اور دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت کے ہزاروں افراد کی دلی دعاؤں اور نیک خواہشات کے مطابق خدا تعالیٰ کے فضل سے مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔

دوسرا سفر یورپ برائے علاج:

حضورؓ ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء نو بجے صبح ربوہ سے لاہور بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ لاہور سے کراچی بذریعہ ریل اور پھر کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز دمشق روانہ ہوئے۔ بیروت، ایتھنز، زیورک، سوئزرلینڈ، اٹلی، آسٹریا، ہالینڈ، جرمنی ہوتے ہوئے ۳جولائی کو لندن پہنچے۔ مختلف جگہوں پر مختلف ڈاکٹرز سے علاج کروایا۔ گرچیکہ حضور کا یہ سفر علاج کی غرض سے تھا لیکن جیسا کہ حضور کی زندگی کا ہر لمحہ بتاتا ہے کہ آپ کا سارا آرام و سکون تبلیغ وترقی اسلام سے وابستہ تھا۔ روانگی سے قبل حضور کس قسم کی سوچ وفکر میں غرق تھے ملاحظہ فرمائیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''آج میں نے یورپ کی تبلیغ پر بھی غور کیا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ میں خیریت سے وہاں پہنچا تو یورپ کی تبلیغ میں نمایاں تبدیلی ہوجائے گی۔ ۱۹۲۴ء میں جب میں نے سفر کیا تو میں نوجوان تھا اور مضبوط تھا مگر اتنا تجربہ کار نہیں تھا۔ اب گو کمزور اور ناتواں ہوں لیکن خدا کے فضل سے اب وسیع تجربہ میری پشت پر ہے......خدا تعالیٰ مدد فرمائے تو انشاء اللہ برکت اور رحمت اور فضل کے دروازے کھلیں گے اور اسلام ترقی کی طرف قدم بڑھائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اے خدا ایسا ہی ہو۔ تیرا دین پھر اپنی جگہ حاصل کرلے اور کفر پھر غار میں اپنا سر چھپالے۔''

تعلیم الاسلام سکول اور مدرسہ احمدیہ کے جاری رکھنے میں آپ کا تاریخی کردار

جماعت کے بعض شرپسند عناصر نے پہلے تو تعلیم الاسلام سکول کو بند کرنا چاہا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی کوششوں سے وہ اس بدعزائم میں کامیاب نہ ہوسکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ۱۵ نومبر ۱۹۰۸ء کو انجمن کے ایک اجلاس کے ذریعہ جس میں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو مدعو نہیں کیا گیا تھا ایک بار پھر شرپسند عناصر نے مدرسہ احمدیہ کو کلیتًا بند کرنے کی زبردست سازش رچی لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ رنگ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جلسہ میں پہنچا دیا۔ آپ نے اپنے پرزور اور دردانگیز خطاب اور ناقابل تردید دلائل سے پورے جلسہ کا رُخ پلٹ دیا اور مدرسہ احمدیہ بند ہوتے ہوتے بچ گیا۔

حضور بائبل کے زبردست عالم تھے

حضور بائبل کے زبردست عالم تھے۔ بائبل پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔ آپ نے عیسائی پادریوں اور بڑے بڑے عیسائی عالموں اور منّاد سے بیسیوں گفتگو کی اور کوئی گفتگو بھی ایسی نہ تھی جس میں مدمقابل آپ سے متاثر نہ ہوا ہو بلکہ اکثر تو گفتگو کے دوران ہی اسلام اور بانی اسلام اور قرآن مجید کی عظمت کے قائل ہوجاتے اور اسلام کے قریب ہوجاتے اور اسلام سے ان کا نفرت

کا جذبہ کافور ہوجاتا بلکہ بعض نے تو پہلی گفتگو میں ہی اسلام قبول کرلینا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھا اور اسلام میں داخل ہوگئے۔

خلافت کے شروع سال میں ایک عیسائی دوست نے جو قادیان ٹھہر کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے مذہبی تبادلہ خیالات کر رہے تھے اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا:

’’میرا زمانہ تجربہ ۲۵ سال کا ہے اور اس شخص (حضورؓ) کی عمر ۲۵ سال ہے مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ مسیحی مذہب کا علم ان کو مجھ سے زیادہ ہے۔ مَیں نے بہت وعظ اور تقاریر سنی ہیں مگر یہ حالت نہیں دیکھی یہ تو خداداد قابلیت ہے۔‘‘ (الفضل ۲۰ رمارچ ۱۹۱۵ئ)

پھر حضور سے مزید تبادلہ خیالات کے بعد انہوں نے کہا:

’’آپ کے سردار حضرت صاحب باوجود اس نوجوانی کے وہ روشن ضمیری رکھتے ہیں کہ مَیں نے کئی مولویوں اور مقرروں کے وعظ سُنے مگر یہ اثر یہ جادو بیانی ان میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ مَیں جب آپ کی صحبت میں بیٹھا تو کئی اعتراضات لے کر بیٹھا مگر بغیر اس کے کہ مَیں انہیں زبان پر لاؤں حضرت صاحب نے ایسی تقریر شروع کی کہ وہ خود بخود دُور ہوگئے۔ باوجود عیسائی ہونے کے پیغمبرِ عرب کی اب مطلقاً نفرت میرے دل میں نہیں بلکہ بہت بڑی عزّت ہوگئی۔ قرآن مجید کو پہلے لغو کتاب سمجھتا تھا اب مَیں اسے اعلیٰ کتاب سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں ایک جنگ شروع ہوگئی ہے مَیں نے جو کچھ حضرت صاحب نے فرمایا سب نوٹ کرلیا ہے اب مَیں اطمینان سے اس پر غور کروں گا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ میرے حق میں دعا کریں گے کہ جو خدا کے نزدیک راہِ راست ہے وہ مجھے دکھائے۔ مَیں پھر اقرار کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کے بیان میں ایک جادو کا اثر ہے اور نہایت اعلیٰ معلومات رکھتے ہیں اور مَیں بہت شکر گزار ہوں۔‘‘ (الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۱۵ئ)

اسی طرح ماسٹر عبدالرحمن صاحب خاکی راولپنڈی کی ایک روایت بھی پڑھنے کے لائق ہے جو مناظرہ کے وقت آپ کی حاضر جوابی اور بائیبل سے گہری واقفیت کے موضوع پر عمدہ روشنی ڈالتی ہے۔ ماسٹر صاحب لکھتے ہیں:-

’’ایک عیسائی جس نے ۲۵-۲۶ سال تک عیسائیت کی تبلیغ کی تھی قادیان میں آیا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے گفتگو شروع کی۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ گفتگو کے دَوران حضور نے کسی بات پر ’’اگر‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا یعنی فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو ایسا ہوسکتا ہے۔ اس پر پادری نے کہا کہ اگر والی بات تو کمزور ہوتی ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا ہے کہ اگر مَیں چاہوں تو دس ہزار فرشتے میری مدد کو آسکتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی بات کمزور تھی؟ یہ بات سُن کر وہ پادری ہنس پڑا اور لاجواب ہوگیا۔ یہ خلافت ثانیہ کے بالکل ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:-

اوائل ۱۹۱۶ء میں لاہور کے تین یورپین عیسائی علماء تحقیق اور احمدیت کے مطالعہ کی غرض سے قادیان تشریف لائے ان میں ایک مسٹر والٹر ینگ مَین کرسچن ایسوسی ایشن لاہور کے سیکرٹری تھے۔ دوسرے مسٹر ہیوم اسی ایسوسی ایشن کے ایجوکیشن سیکرٹری اور تیسرے مسٹر لیوکس ایف سی کالج لاہور کے وائس پرنسپل تھے۔ مسٹر والٹر کا ارادہ قادیان اور تحریک احمدیت پر ایک کتاب لکھنے کا تھا۔ چنانچہ وہ مختلف مقامات کی زیارت کے علاوہ مختلف پرانے اور نئے احمدیوں سے گفت وشنید اور تبالہ خیالات کرتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح سے مذہبی امور پر آپ کی ایک طویل گفتگو ہوئی جو الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ مدِّ مقابل ایک عیسائی مستشرق ہے جسے بائیبل پر بھی گہرا عبور ہے اور اسلامیات پر بھی وہ نظر رکھتا ہے۔ گہری تنقیدی نظر سے وہ تحریک احمدیت کا مطالعہ کر رہا ہے اور ایسے پیچیدہ سوالات کرتا ہے کہ جن کے جوابات دیتے وقت مدِّ مقابل الجھن میں پڑ جائے اور بعض ایسے سوالات کرتا ہے جن کے متعلق وہ جانتا ہے کہ دیگر فرقوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پوزیشن کو مشکل میں ڈال دیں گے۔ یہ ایسا سنجیدہ اور اعلیٰ پایہ کا علمی مکالمہ ومخاطبہ ہے کہ اس کا خلاصہ پیش کرنا ہمارے لئے مشکل ہے اور طوالت کے خوف سے من عن پیش کرنا بھی محال ہے صرف ایک سوال اور اس کا جواب پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے:-

مسٹر والٹر:: کیا سوائے احمدیوں کے سب لوگ دوزخ میں جائیں گے احمدی تو بہت تھوڑے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح:: آپ کے نزدیک حضرت مسیح جب آئے تھے تو اس وقت صرف تیرہ آدمی نجات یافتہ نکلے تھے اگر ان کے وقت سوائے تیرہ کے اَور کوئی نجات نہیں پاسکتا تو اس وقت کئی لاکھ کے سوا اگر اَور نجات نہیں پائیں گے تو کیا حرج ہے۔‘‘

تاریخ احمدیت میں مسٹر والٹر اور ان کے ساتھیوں کے تأثرات کا دلچسپ ذکر ملتا ہے قادیان میں آمد حضرت خلیفۃ المسیح اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا ایسا گہرا اثر ان زائرین کے دل پر پڑا کہ مسٹر والٹر نے بعد میں اپنی ایک کتاب ’’احمدیہ موومنٹ‘‘ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے گہرے تأثرات کا اظہار کیا جو احبابِ قادیان سے مل کر ان کے دل پر پڑے پھر مدتوں بعد ایک موقعہ پر سیلون میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر لیوکس نے سامعین کے سامنے بڑے وثوق کے ساتھ یہ اظہار خیال کیا کہ عیسائیت اور اسلام کی جنگ کا فیصلہ دنیا کے کسی بڑے شہر میں نہیں ہوگا۔ نہ لنڈن میں نہ نیویارک میں نہ ہی واشنگٹن میں بلکہ دنیا کی ایک نامعلوم چھوٹی سی بستی میں اسلام اور عیسائیت کی آخری جنگ لڑی جائے گی اور اس بستی کا نام قادیان ہے۔‘‘

تحریک شُدّھی کا منہ توڑ جواب

سن ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ یہ خبر سننے میں آئی کہ لکھنؤ آگرہ اور علی گڑھ کے اردگرد بسنے والے بعض ملکانہ راجپوتوں کو ہندو پنڈت شُدّھ کر کے اسلام سے منحرف کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے بہت ہی پُرزور رنگ میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ:

کام شدھی کا کبھی بند نہ ہونے پائے
ہندو! اگر تم میں ہے جذبۂ ایماں باقی
بھاگ سے قوموں کو یہ وقت ملا کرتے ہیں

رہ نہ جائے کوئی دنیا میں مسلماں باقی

اسلام کا شدید معاند شردھانند بڑے فخر سے یہ اعلان کررہا تھا :

''نواح آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شُدّھ کیا جارہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے، گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں ......ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں۔ یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہوجائے۔''

یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی اسلام کا درد رکھنے والوں کی راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔ ارتداد کی اس رَو کو روکنے کے لئے مسلمانوں کے بہت سارے فرقوں نے اپنے اپنے طور پر کوششیں کیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جس فراست اور دانائی اور منصوبہ بند طریق پر کام کیا اس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے صرف غیروں کی آراء پیش کرنے پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔

اخبار ''**مشرق**'' گورکھپور ۱۵/ مارچ ۱۹۲۳ء نے لکھا:۔

''جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ واشاعتِ اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانے میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔''

اخبار ''**زمیندار**'' ۲۹/ جون ۱۹۲۳ء نے اعتراف کیا کہ:۔

''قادیانی احمدی اعلیٰ ایثار کا اظہار کررہے ہیں ان کا قریبا ایک سو مبلغ امیر وفد کی سرکردگی میں مختلف دیہات میں مورچہ زن ہے۔ ان لوگوں نے نمایاں کام کیا ہے۔ جملہ مبلغین بغیر تنخواہ یا سفرخرچ کے کام کر رہے ہیں۔ ہم گو احمدی نہیں لیکن احمدیوں کے اعلیٰ کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جس اعلیٰ ایثار کا ثبوت جماعت احمدیہ نے دیا ہے اس کا نمونہ سوائے متقدمین کے مشکل سے ملتا ہے ان کا ہر ایک مبلغ غریب ہو یا امیر، بغیر مصارفِ سفر و طعام حاصل کئے میدانِ عمل میں گامزن ہے۔ شدید گرمی اور لُوؤں میں وہ اپنے امیر کی اطاعت میں کام کررہے ہیں۔''

ذیلی تنظیموں کا قیام

حضور کی زبردست تنظیمی صلاحیت کا ثبوت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پوری جماعت کو ایک دھاگے میں پرونے ایک دوسرے سے باندھنے اور نہیں عمل کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ذیلی تنظیموں کا قیام عمل میں لایا۔ ۱۹۲۳ء میں لجنہ اماءاللہ، ۱۹۳۸ء میں خدام الاحمدیہ اور ۱۹۴۰ء میں مجلس انصاراللہ کی تنظیم آپ نے قائم فرمائی۔

آیئے ان تنظیموں کی تعریف وتوصیف میں غیروں کی آراء سنتے ہیں:۔

تحریک سیرت کے مشہور لیڈر مولانا عبدالمجید قرشی نے اپنے اخبار ''تنظیم'' ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء امرتسر میں لکھا:۔

''لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مَردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کردیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مَردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مَردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرورِ زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔''

جماعت احمدیہ کی مخالفت میں بدنامی کی حد تک شہرت یافتہ مجلس احرار کا ترجمان ''زمزم'' جماعت کی اس قابلِ رشک تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے بصد حسرت و یاس لکھتا ہے:۔

''ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود ومحصور اور مضبوط اور منظم ہیں ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد بچہ بوڑھا ہر احمدی مرکز ''نبوت'' پر مرکوز ومجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم واحساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماءاللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اس کا جُداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے ۔

چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اَور حلقہ ہے 'انصاراللہ' جس میں چوہدری سر محمد ظفراللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اُٹھنے اور منظم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدانِ جہاد میں لاکھڑا کیا......میرے نزدیک ہماری ذلت ورسوائی اور میدان کشاکش میں شکست وپسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیارِ شرافت ہے۔'' (زمزم، لاہور، ۲۳ جنوری ۱۹۴۵ء بحوالہ الفضل ۱۸/ اپریل ۱۹۴۵ء)

خدمت قرآن

قرآن مجید کی تفسیر اس کا ترجمہ اور اس کے صحیح معانی ومطالب کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے میں آپ کا ایک منفرد اور ممتاز مرتبہ ہے۔ آپ بچپن سے ہی قرآن مجید کے حقائق ومعارف بیان کرنے لگے تھے جسے سنکر لوگ حیرت واستعجاب میں پڑ جاتے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے فرشتوں کے ذریعہ آپ کو قرآنی علوم سکھائے۔ قرآن مجید کا مقام و مرتبہ اور اس کی عظمت آپ کے دل میں کس قدر تھی اس کا اندازہ آپ کے ذیل کے الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''مَیں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی اور نہ مجھے کوئی ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات

بتائی ہو جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا قرآن کریم کی کسی غلطی کو ظاہر کر رہی ہو یا کم از کم قرآن کریم کی تعلیم کے برابر ہی ہو۔'' (الفضل ۳۰ جون ۱۹۳۹ء)

۱۹۲۸ء میں آپ نے قرآن کریم کے درس کا خاص اہتمام فرمایا اور درس کے اختتام پر شاملین درس اور دیگر احباب کو دعوت دی۔

۱۹۲۸ء کے جلسہ سالانہ پر حضور نے فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک سلسلہ تقاریر شروع فرمایا اپنی چھ تقریروں میں حضور نے قرآنی انوار و محاسن مختلف انداز میں بیان فرمائے۔ آپ نے اپنی ان عالمانہ تقاریر کے آخر میں مذاہب عالم کے پیروؤں کو چیلنج بھی دیا کہ آپ قرآن مجید کو افضل ترین کتاب ثابت کر سکتے ہیں۔

سوا تین سو صفحات پر مشتمل آپ نے ایک کتاب ''دیباچہ تفسیر القرآن'' لکھی۔ علاوہ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مضامین کے اس میں آپ نے جمع قرآن، حفاظت قرآن، ترتیب قرآن، قرآنی پیشگوئیاں، قرآنی اخلاق اور ان کی فضیلت جیسے مضامین بیان فرمائے۔

تفسیر صغیر: بامحاورہ اور مختصر تفسیری نوٹ کے ساتھ قرآن مجید کا یہ ترجمہ بے مثل اور بے نظیر ہے۔ ترجمہ بے حد پر معارف اور ان تمام غلطیوں سے پاک ہے جو عموماً قرآن مجید کے ترجمہ میں راہ پا گئی ہیں۔ قرآن مجید کے عام تراجم کے مقابل پر تفسیر صغیر کو کیا خاص امتیاز حاصل ہے اس کا ایک دلچسپ موازنہ مکرم عبدالباسط صاحب شاہد نے سوانح فضل عمر میں پیش فرمایا ہے قارئین اپنے علم میں اضافہ کے لئے مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

تفسیر کبیر: تفسیر کبیر آپ کے علمی کارناموں میں سے ایک بڑا علمی کارنامہ ہے۔ تفسیر کبیر کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ نے بعض دفعہ پوری پوری رات جاگ کر مسلسل کام کیا ہے۔ حضور کے اس علمی معجزہ نے بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں روحانی انقلاب پیدا کیا ہے۔ پروفیسر عبدالمنان بیدل صدر شعبہ فارسی پٹنہ یونیورسٹی نے تفسیر کبیر کے متعلق بیان کیا:

''مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی کوئی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی آپ جدید تفسیریں بھی مصر و شام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔ عربی و فارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔''

مشہور عالم علامہ عبدالماجد دریا آبادی مدیر ''صدقِ جدید'' نے حضور کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضور کی خدمت قرآن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

'' قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔ (''صدقِ جدید'' لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد مبارک میں انگریزی ترجمہ کے علاوہ مندرجہ ذیل زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہوا تا یہ زبانیں بولنے والی قومیں بھی قرآنی برکات سے بہرہ ور ہو سکیں:

(۱) جرمن (۲) ڈچ (۳) ڈینش (۴) سواحیلی (۵) لوگنڈا (۶) مینڈی (۷) فرانسیسی (۸) ہسپانوی (۹) اٹالین (۱۰) روسی (۱۱) پرتگیزی (۱۲) کِکُویو (۱۳) کیکامبا (۱۴) (۱۵) انڈونیشین (۶) اسپرانٹو۔

احرار کی شدید مخالفت اور ناکامی

تحریک جدید کا اجراء اور جماعت کی ترقی

احرار انکے اپنوں کی نظر میں

۱۹۲۹ئ میں مجلس احرار قائم کی گئی اس مجلس کے مقاصد کیا تھے اور اس کا کیا مقام و مرتبہ تھا خود ان ہی کی زبان سے ذیل کے سطور میں ملاحظہ فرمائیے:

اخبار زمیندار لکھتا ہے:۔

''دُنیا پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجلس کے سامنے صرف ایک مقصد تھا کہ مسلمانوں کو صرف کانگریس کے آستانہ کفر و شرک پر جھکا دیا جائے لیکن مسلمانوں نے لعنت کے اس بارِ گراں کو نہ اُٹھایا اور نہ اُٹھائے گا انشاء اللہ۔'' (زمیندار، ۳۱ جنوری ۱۹۴۷ء فسادات کا پس منظر صفحہ ۲۲)

سیفی کاشمیری سابق سیکرٹری مجلس احرار کا بیان ملاحظہ ہو:

''خدائے وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے قطعی اور یقینی طور پر کہتا ہوں کہ مجلس احرار کی مرزائیت یا قادیانیت کے خلاف تمام تر ......جد و جہد اور قادیان کے خلاف یہ سب پروپیگنڈا محض مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے اور کونسل کی ممبری کے لئے ان سے ووٹ حاصل کرنے کے لئے ہے۔'' (زمیندار ۲۸ راگست ۱۹۳۶ء، بحوالہ الفضل ۳۰ راگست ۱۹۳۶ء)

تحقیقاتی عدالت نے لکھا:۔

''اسلام ان کے لئے ایک حربے کی حیثیت رکھتا تھا جسے وہ کسی سیاسی مخالف کو پریشان کرنے کے لئے جب چاہتے بالائے طاق رکھ دیتے اور جب چاہتے اُٹھا لیتے۔'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، صفحہ ۲۷۲)

احرار کی تعلّیاں: احرار نے ۱۹۳۴ء میں جماعت کی شدید مخالفت کی اور پورے ہندوستان میں مسلمانوں کو بھڑکایا لیکن جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے یہ کسی قومی یا ملی ہمدردی کی خاطر نہ تھا بلکہ صرف چندہ بٹورنے کی خاطر تھا۔ انہوں نے جماعت کی مخالفت میں اور چندہ بٹورنے کی خاطر یہ اعلان کیا کہ:

☆ ''ہم نے ان کی طاقت کو دبانا اور سیاسی قوت کو تباہ کرنا ہے......ہم نے ایک سال کے لئے عہد کر لیا ہے کہ نہ چماروں کو نہ ہندوؤں کو اور سکھوں کو نہ عیسائیوں کو تبلیغ کریں گے اور نہ ان کے پاس جائیں گے صرف استیصال مرزائیت کریں گے۔''

☆ ''ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔''

☆ ''ہم منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے۔''

☆ قادیان اور اس کے گرد و نواح سے احمدیت کا نام و نشان ختم کر دیں گے۔''

احراریوں کا مباہلہ سے فرار

نیز احراریوں نے جماعت پر ایسے بے بنیاد الزامات لگائے جس سے مسلمانوں کو دھوکا دیا جا سکے کہ جماعت احمدیہ اسلام کی اور ملک کی خیر خواہ نہیں ہے اور

وہ غم وغصہ سے بھر جائیں اور جماعت کے خلاف غارت گری کریں۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بہت ہی صبر اور حوصلہ اور عزم و استقلال سے ان کے تمام بے ہودہ الزامات کا جواب دیا نیز انہیں مباہلہ کے لئے بلایا اور چیلنج دیا تا کہ سچے اور جھوٹے میں تمیز ہوجائے لیکن انہوں نے راہِ فرار اختیار کیا۔

احراریوں کا مباہلہ سے فرار اتنا واضح اور نمایاں تھا کہ یہ اُن کی دکھتی رگ بن گئی جسے چھیڑتے ہوئے ایک مشہور صحافی نے یہاں تک لکھ دیا:

''میں مرزا بشیر الدین محمود نہیں جس سے مباہلہ کرنے کا سن کر رہنمایانِ احرار کے بدن پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے۔''

حضرت مصلح موعودؓ کا اعلان

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''تم احرار کے فتنہ سے مت گھبراؤ۔ خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور مَیں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔''

(الفضل ۳۰ مئی ۱۹۳۵ئ)

ایک طرف احرار جماعت کو مٹا ڈالنے کے دعوے کر رہی تھی دوسری طرف اسلام کا پہلوان سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کی سکیم بنا رہا تھا۔ آپ نے ۱۹۳۴ء میں ہی تحریک جدید کا اجراء فرمایا اور ایک سال میں ساڑھے ستائیس ہزار روپے کا مطالبہ فرمایا لیکن اس سے قبل آپ نے تحریک جدید کے کچھ مطالبات جماعت کے سامنے رکھے جس کا خلاصہ سادہ زندگی اتحاد و اتفاق اور اسلام کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ نیز آپ اپنے خطبہ وخطابات کے ذریعہ مسلسل قلوب مومنین کو اس قربانی کے لئے تیار کرتے رہے۔ آپ کے مطالبہ کے مقابل پر جماعت نے تین گنا زیادہ چندہ آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قربانی کی ایسی روح جماعت میں قائم فرما دی کہ عورتوں اور مردوں سبھی نے دل کھول کر اپنے امام کی آواز پر لبیک کہا اور قربانی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جن کو پڑھ کر آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے ہیں۔

تحریک جدید کی کامیابی کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

''اس تحریک کے پہلے دَور کی میعاد دس سال تھی ......اس دَور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو جس قربانی کی توفیق دی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس نے اس عرصہ میں جو چندہ اس تحریک میں دیا وہ تیرہ چودہ لاکھ روپیہ بنتا ہے ......اس دَوران تحریک جدید کے ماتحت ہمارے مبلغ جاپان میں گئے۔ تحریک جدید کے ماتحت چین میں مبلغ گئے تحریک جدید کے ماتحت سماٹرا اور جاوا میں مبلغ گئے اور اس تحریک کے ماتحت خدا تعالیٰ کے فضل سے سپین، اٹلی، ہنگری، پولینڈ، البانیہ، یوگوسلاویہ اور امریکہ میں مبلغ گئے اور افریقہ کے بعض ساحلوں پر بھی اس تحریک کے ماتحت مبلغ گئے اور ان مبلغین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔'' (الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۴۴ئ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

''جتنے چندے بڑھے ہیں یہ سب تحریک جدید کے چندے کے بچے ہیں۔ اگر ان غریب قادیان والوں نے اور ہندوستان کی جماعتوں نے بکریاں بیچ بیچ کر اور کپڑے بیچ بیچ کر اور مہینوں روپیہ روپیہ دو دو روپے اکٹھے کر کے تحریک جدید کے چندے نہ دیئے ہوتے تو آج کروڑوں تک بجٹ نہیں پہنچ سکتا تھا ...... جتنے چندے آپ کو اس وقت یورپ اور امریکہ اور افریقہ اور دیگر جماعتوں میں نظر آرہے ہیں یہ سارے تحریک جدید کے ان چندوں کی برکتیں ہیں جو آغاز میں دیئے گئے تھے اور بڑی خاص دعاؤں کے ساتھ دیئے گئے تھے۔ ان چندوں میں حضرت مسیح موعود کے صحابہ شامل تھے۔''

وقف جدید

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم کارنامہ وقف جدید کا اجراء ہے اس کا اوّلین مقصد جماعت کی اندرونی تربیت تھا۔ نیز اندرون ملک گاؤں گاؤں قریہ قریہ احمدیت کے پیغام کو پہنچانا تھا۔ شروع میں یہ تحریک صرف برصغیر کے لئے تھی بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے پوری دنیا کے لئے اس کو وسیع کر دیا اس کے اغراض و مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

''اب مہاجال ڈالنے کی ضرورت ہے اور اس کے ذریعہ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ کے لوگوں تک ہماری آواز پہنچ جائے بلکہ گاؤں کے ہر گھر تک ہماری پہنچ ہو۔''

سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ ۳۵۰ میں مولانا عبد الباسط شاہد صاحب فرماتے ہیں:-

''وقفِ جدید کے قیام کا بنیادی مقصد دیہاتی جماعتوں کی تربیت و اصلاح ہے تا کہ ان کا رُخ انحطاط سے موڑ کر از سرِ نَو ترقی کی جانب پھیر دیا جائے گویا جس طرح احمدیت اسلام کے احیائے نَو کی تحریک ہے اسی طرح نسبتاً محدود پیمانے پر وقف جدید احمدیت کے احیائے نَو کی ایک تحریک ہے جس کے زیر انتظام دیہاتی علاقوں میں احمدیوں کے مذہبی، روحانی اور اخلاقی اقدار کو اسلامی معیار کے مطابق بلند تر کرتے چلے جانے کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جانا ہے یعنی مقصد یہ ہے کہ خصوصاً ان علاقوں میں جو تعلیم کی کمی یا مرکز کی آنکھ سے اوجھل ہونے کے باعث مرور زمانہ کا شکار ہونے کا زیادہ خطرہ رکھتے ہیں۔ ان کی نگرانی اور تعلیم و تربیت کا ایسا عمدہ اور مستقل انتظام کیا جائے کہ ان میں روحانی زندگی برقرار رکھنے کی اہلیت پیدا ہوجائے۔''

اس کے جو شیریں ثمرات ظاہر ہوئے نہ صرف اپنے بلکہ بیگانے بھی اس کے شاہد ہیں یہ ایک لمبی تفصیل ہے مختصر یہ کہ معلمین و مبلغین کے ذریعہ تعلیم و تربیت اور قرآن سیکھنے اور سکھانے کا ایسا کام شروع کیا گیا کہ پوری جماعت نہایت مضبوط و مستحکم مربوط و منظم اور یکجان ہوگئی۔

ربوہ کی تعمیر اور آبادی

مصلح موعودؓ کے ہاتھ کا ایک بڑا معجزہ

الٰہی تقدیر کے مطابق سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو ۱۹۴۷ء میں قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ اس موقع پر جماعت کو کن کن مشکل حالت سے گزرنا پڑا اور کیا کیا قربانیاں پیش کرنی پڑیں یہ اپنی ذات میں ایک مستقل مضمون ہے۔ تقسیم ہند ظلم و بربریت سفا کی وخونریزی کا وہ سیاہ ترین باب ہے جس پر انسانیت کا سر شرم کے مارے ہمیشہ جھکا رہے گا۔ اس کے علل و اسباب اور اس کے تفصیلی تجزیہ کا یہاں موقع نہیں اس موقع پر صرف تعمیر مرکز ربوہ کی ایک مختصر جھلک پیش کرنا مقصود ہے جو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔

۳۱/اگست ۱۹۴۷ء کو حضور قادیان سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے لاہور پہنچ کر آپ نے امیر جماعت احمدیہ لاہور حضرت شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان پر قیام فرمایا اور اسی وجہ سے یہ جگہ وقتی طور پر پاکستان و بیرون پاکستان کی جماعتوں کا مرکز بن گئی اس کے جلد بعد ہی حضور رتن باغ نزد میو ہسپتال میں منتقل ہو گئے اور اس کے بالمقابل جودھامل بلڈنگ میں جماعتی دفاتر قائم ہو گئے اور لاہور جماعت کے نئے مرکز (ربوہ) کے قیام تک ہنگامی حالات میں عالمی جماعت احمدیہ کا مرکز بنا رہا۔

ربوہ کی زمین حد درجہ بنجر اور ناقابل کاشت اور غیر شیریں پانی والی زمین تھی اس کے متعلق مکرم راجہ علی محمد صاحب لکھتے ہیں:-

''یہ قطعہ زمین زراعت کے ناقابل بالکل کلر تھوہر ہے جہاں صرف ایک بوٹی ''لانی'' کے جو اونٹوں کا چارہ ہے اور جو خود زمین کے ناقابلِ زراعت ہونے کا ثبوت ہے اس کے علاوہ اور کسی قسم کی سبزی، درخت وغیرہ کا وہاں نشان تک نہیں۔ بعض سرمایہ داروں نے لمبی میعاد کے پٹہ پر گورمنٹ سے یہ زمین لے کر اس کو آباد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ (الفضل ۷ جون ۱۹۶۴ء)

اس رپورٹ سے یہ بھی عیاں ہے کہ قدرت نے یہ قطعہ زمین اسی مقصد کیلئے مقدر فرمایا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی آبادی کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ حضرت فضل عمرؓ اس سلسلہ میں آخری فیصلہ کرنے سے قبل بنفس نفیس اس قطعہ زمین کے معائنہ کیلئے تشریف لے گئے۔ حضور نے اس جگہ کو مرکزِ نو کی تعمیر کے لئے موزوں قرار دیا اور حضور کی ہدایت پر ناظر اعلیٰ صاحب نے ڈپٹی کمشنر جھنگ کو یہ قطعہ زمین خریدنے کی درخواست کی۔

۱۱ جون ۱۹۴۸ء کو حکومت کی طرف سے زمین انجمن کے نام دیئے جانے کی منظوری موصول ہوئی۔

۲۲ جون ۱۹۴۸ء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے زمین کی قیمت داخل خزانہ کروا کے دفتری کارروائی کی تکمیل کروالی گئی۔ یہاں تک تو معمول کے مطابق کام ہوتا گیا مگر اس کے بعد بعض اردو اخبارات نے مخالفانہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ حکومت نے جماعت کی ناجائز طرفداری کی ہے اور یہ کہ بعض لوگ ۱۵۰۰ روپے فی ایکڑ تک یہ اراضی خریدنے کو تیار تھے مگر جماعت کو برائے نام قیمت پر دے دی گئی۔ اس کے جواب میں جماعت کی طرف سے یہ بیان جاری کیا گیا کہ:

''ہم یہ رقبہ جو ۱۰۳۴/ ایکڑ ہے مندرجہ بالا پیش کردہ قیمت پر فروخت کرنے کو تیار ہیں اور علاوہ ازیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس رقم کا جو پندرہ لاکھ اور اکاون ہزار روپیہ بنتی ہے وصول ہوتے ہی ایک ایک روپیہ فوراً حکومت پاکستان کے خزانے میں داخل کرا دیں گے۔ اخیر میں ہم پاکستان کے شہریوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اس معاملہ کے متعلق اخبار ''آزاد'' کا لفظ لفظ کذب بیانی پر مبنی ہے۔'' (الفضل ۴/اگست ۱۹۴۸ء، صفحہ ۱)

حکومت کی طرف سے اس زمین کا قبضہ دیئے جانے میں تاخیر ہو رہی تھی حضورؓ نے صدر انجمن کو بذریعہ تار یہ ہدایت فرمائی کہ اس سلسلہ میں فوری کارروائی کی جائے۔ حضورؓ کا طریق مبارک تھا کہ ضروری کام کو جلد سے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضور نے آنے والے خطرات کو بھانپ لیا تھا۔ مکرم راجہ علی محمد صاحب کا مندرجہ ذیل بیان حضور کی سیرت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

''اس رقبہ کے حصول کیلئے حضور کی سرگرمی اور گرم جوشی کا بیان کرنا میری قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ہم میں سے بعض یہ خیال کرتے تھے کہ جس کام کا ارادہ حضور کر لیں آپ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت تمام فکر و تدبیر مشغولیت و مصروفیت اور حضور کی ہمہ تن توجہ اس کام کیلئے وقف شدہ معلوم ہوتی تھی لیکن جلد ہی بعد میں آنے والے واقعات نے ہماری آنکھیں کھولیں تو حضور کی عجلت پسندی اور فکر اور گرمجوشی ہمارے لئے دست غیب کا ایک کرشمہ تھا جو حضور کے ہاتھ پر ظاہر ہوا کیونکہ اس کے بعد بہت جلدی جماعت احمدیہ کے خلاف تعصب بُغض و عناد اور حسد اور نفرت کا لاوا اندر ہی اندر پکنا شروع ہو گیا۔ اور جوں جوں دن گذرتے گئے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمدردی اور خیر سگالی کا جذبہ جو قادیان اور اس کے گرد و نواح میں مسلمانوں کی حفاظت کے لئے احمدیوں کے مثالی مومنانہ ایثار اور استقلال کی وجہ سے پیدا ہوا تھا وہ افتراء و کذب بیانی اور منافرت کے لاوا میں دبتا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری ہر بات کو ناکام کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ ایسے حالات میں کوئی یہ خیال بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ربوہ کی سرزمین کا حاصل کرنا ہمارے واسطے ممکن ہوگا۔ ربوہ کی زمین کا اس طرح حاصل ہونا ایک معجزہ ہے۔ جو اور جس طرح کی کوشش ان دنوں حضور نے کی اس میں ایک گھنٹہ کی غفلت بھی مقصد کی کامیابی میں دنوں کا التواء اور دنوں کی غفلت مہینوں کا التواء ثابت ہوتی۔ اور چند مہینوں کی غفلت تو غالبًا اصل مقصود اور مدعا اور اس کیلئے جو اقدام کیا گیا تھا یہ سب کوشش منفی ثابت ہوتی پس ربوہ مرکز ثانی کا وجود ایک معجزہ ہے جو حضرت موعود اولوالعزم اور مصلح اور امام ربانی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔'' (الفضل ۷ جون ۱۹۶۴ء)

۲۰ ستمبر کو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لاہور سے ربوہ پہنچ کر تین سو احباب کی موجودگی میں بعد نماز ظہر ایک ولولہ انگیز اور رقت آمیز خطاب فرمایا اور بعد خطاب رقبہ زمین کے چاروں کونوں اور وسط میں ایک ایک بکرے کی قربانی کی وسط میں حضور نے اپنے دست مبارک سے بکرا ذبح کیا۔ اس سفر کے دَوران ہی حضور نے نئے مرکز کا نام ''ربوہ'' تجویز فرمایا۔

نئے مرکز ربوہ کی تعمیر کی ابتداء ۱۹/اپریل ۱۹۴۸ء کو ہوئی اور ۱۹ ستمبر ۱۹۴۹ء کو حضور مستقل رہائش کے لئے یہاں تشریف لے آئے۔

تعمیر اور آبادی کا کام حضور کی خاص ہدایت اور نگرانی میں چلتا رہا۔ مسجد مبارک کی بنیاد ۳/اکتوبر ۱۹۴۹ء کو رکھی گئی۔ حضور کی ذاتی رہائش گاہ کی بنیاد ۲۹/مئی ۱۹۵۰ء کو جبکہ ۱۳/مئی ۱۹۵۰ء کو قصرِ خلافت، تعلیم الاسلام ہائی سکول، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دفاتر تحریک جدید اور دفتر لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی گئی۔

ربوہ میں منعقد ہونے والے دوسرے جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب میں حضورؓ نے ربوہ کی تعمیر پر خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہوئے جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ خطاب کے آخر پر حضور نے فرمایا:

’’ہم ایک دفعہ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی عنایت اور اس کی مہربانی سے۔ آہ ہم سچے دل سے یہ عہد کریں کہ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا اقرار دُنیا سے نہیں کروالیں گے اس وقت تک ہم اطمینان اور چین سے نہیں بیٹھیں گے۔‘‘

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی باون سالہ خدمات ایک بحرِ بے کراں ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ آئندہ کا مؤرخ اسلام اسلام پر آپ کے احسانات کو تسلیم کئے بغیر اسلامی تاریخ مکمل نہیں کرسکتا۔ آپ کی خدمت کا ذکر ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات پر پھیلا پڑا ہے۔ آج جماعت جس مضبوط اور مستحکم مقام پر پہنچ چکی ہے اس میں آپ کی باون سالہ دورِ خلافت کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ آپ نے بہت ہی حکمت و دانائی درد وکرب دعاؤں و گریہ وزاری سے اس کی پرورش کی اور اسے پروان چڑھایا اور پختگی کی عمر کو پہنچایا۔ آج جماعت جس مضبوط نظام سے منسلک ہے اور تنظیم کے جس مضبوط دھاگے میں پروئی ہوئی ہے یہ صرف اور صرف آپ ہی کی عطا ہے۔ آج شوریٰ کا جو باوقعت اور باوقار نظام ہم دیکھ رہے ہیں برسوں آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسے تراشا ہے۔ آج جو ہمارے دل مطمئن ہیں کہ جو نظامِ خلافت ہمارے پاس ہے کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا نظام خلافت میں یہ استحکام آپ نے پیدا کئے۔ خلافت اولیٰ اور ثانیہ کے ابتدائی دَور میں نظام خلافت پر تبرر کھنے کی جو دُشمن نے ٹھان لی تھی اس تبر کا رُخ آپ نے اپنے آہنی ہاتھوں سے موڑ دیا۔ تقسیم ہند کے وقت بے سہارا مسلمانوں کی خدمات ان کی جان وآبرو کی حفاظت کشمیر کے مسلمانوں کی خدمت اور انہیں غلامانہ زندگی سے نجات دلانا۔ مسلمانان ہند کی رہنمائی اور ہمدردی، مسلمانوں کی بین الاقوامی خدمات آپ کی زندگی کا ایک روشن باب ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کے صحیح معنوں میں مونس وغمخوار تھے۔

غرضیکہ اس مختصر مضمون میں آپ کے اوصاف حمیدہ اور آپ کے کارہائے نمایاں کی ایک جھلک بھی پیش کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرمائے اور ہر لمحہ آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین۔

ایک دن آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے